لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولاً.......

بعثتِ نبوی ﷺ ...... انسانیت پر اللہ کا احسان عظیم

قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿و ان تعدوا نعمة الله لا تحصوها......﴾ ''اگر تم اللہ رحمٰن ورحیم و کریم کے ان احسانات کو شمار کرنے لگو جو اس نے تم پر کئے ہیں، تو عاجز رہ جاؤ گے۔'' سعدیؒ نے ایک عجیب انداز میں یہ شمار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہر سانس پر دو بار شکرِ نعمت واجب ہے۔ ایک اس لئے کہ سانس میں دو نعمتیں بارگاہِ قدس سے ہمیں نصیب ہوتی ہیں اور دو بار ہی شکر ادا کرنا ہم پر واجب ہے۔ ہم ذرا اس سے بھی پیچھے جاتے ہیں کہ ابھی ہم شکمِ مادر میں ہی تھے کہ اس نے ہم پر اپنی رحمتوں کی برکھا شروع کر دی تھی۔ رحمِ مادر کی تاریکیوں میں ہمیں رزق پہنچایا اور یہیں حیات جیسا عظیم انعام ہم پر کیا مگر ان میں سے کسی بھی نعمت کا جتلانا ضروری نہ سمجھا۔ بولنے کو زبان، چبانے کو دانت، چلنے کو پاؤں، دیکھنے کو آنکھیں الغرض اس کے انعامات کی تعداد ہمارے جسم پر بالوں سے کہیں زیادہ ہے۔ لیکن ہمارے لئے بعثت محمدیؐ کا احسان جتایا اور اسے اپنے سارے انعامات سے ممتاز کیا ہے۔

آخر اس کی کیا وجہ تھی؟ وجہ صرف یہ تھی کہ رسالت محمدیؐ امتِ محمدیہؐ کیلئے ایک ایسا ذریعہ ہے جو امت کو دربار عالیہ الٰہیہ میں لا کھڑا کرتی ہے۔ اسے اپنے رب کا قُرب عطا کرتی ہے۔ اپنے رب کی خوشنودی دلاتی ہے اور ظاہر ہے یہ نعمت اس کے دیگر بے حساب و بے شمار احسانات و نوازشات سے فائق ہے۔ اگر دیگر سارے احسانات حاصل ہوں اور بندے کا رب اس سے راضی نہ ہو تو بندہ سراسر خسارے میں ہے اور رضوان سے محروم ہے۔ رسالتِ محمدیہؐ کے بغیر ہمارے لئے تقرب الٰہیہ کا حصول ممکن نہ تھا جبکہ رضوان الٰہیہ و تقرب الٰہیہ ہی ہماری زندگی کی منتہائے مقصود اور ہماری آرزوئے محمود ہے۔ جب حضور اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو انسانیت کا چہرہ انسانوں کے فسق و فجور سے سیاہ ہو چکا تھا انسانیت، انسانوں کے ظلم و جور کے ہاتھوں بلبلا رہی تھی۔ شرک و صنم پرستی نے انسان کو بہائم و حیوانات کے ذلیل درجہ تک گرا دیا تھا۔ آپ ﷺ کی بعثت مظلوموں کے نالہ و شیون کا جواب تھی اسی لئے آپ رحمۃ للعالمین بن کر آئے تھے۔ آپؐ نے انسانیت کا چہرہ ہر غلاظت سے صاف کیا۔ اس کے گیسوئے پریشان کو سنوارا، اور اسے حقیقی معنوں میں مسندِ خلافت پر متمکن کر دیا۔ ہم اس احسانِ عظیم اور کرمِ وحید پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانے اور اپنی قسمت پر ناز کرتے ہیں کہ ہمیں امتِ محمدیہؐ میں ہونے کا شرف

بخشا گیا۔ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔ منکرین محمد ﷺ نے اپنی قسمت کھوٹی کر لی حالانکہ وہ (رسول الله الیکم جمیعا) ہیں۔ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم پیغامِ محمد ﷺ ہر انسان تک پہنچائیں۔ اب ہم ہی روئے زمین پر مبلغ اسلام ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بحیثیت امتِ محمدیہ، پیغامِ محمد ﷺ اکناف و اقطار عالم میں بسنے والے ہر انسان تک پہنچائیں اور پوری نسلِ انسانی کو توحید کا شربت پلائیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہمارا فرض ہے۔ یہ ہماری اپنی سعادت و شکر گزاری کا تقاضا ہے کہ ہم ان بندوں کو اللہ تعالیٰ کے دامانِ رحمت اور دربارِ عالیہ میں لائیں۔ نیکی کا حکم نہ دینے اور برائی کو روکنے کا فریضہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے ہی ہم پر ایسے حکمران مسلط ہوتے ہیں جو نالائق ہوتے ہیں اور ہم پر رحم نہیں کرتے۔

ماہ ربیع الاول کی نو (9) تاریخ کو ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد ﷺ بوقتِ صبح صادق، مبارک شہر مکہ میں منصۂ شہود پر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوتے ہی آتشکدہ فارس جو کبھی نہ بجھا تھا، بجھ گیا۔ قیصر و کسریٰ کے محلات کے کنگرے بغیر کسی ظاہری سبب کے گر گئے اور جنات و شیاطین پر عالمِ بالا کے وہ دروازے مسدود کر دیئے گئے جن کے ذریعے وہ اُس دنیا کی سن گن لیا کرتے تھے اور وہ سمجھ گئے کہ نبی آخر الزمان ﷺ دنیا میں تشریف لا چکے ہیں۔ سو آپؐ کی ولادت بذاتہ ایک معجزہ تھی جو اس انقلاب کا نقطہ، آغاز تھی جو آپ ﷺ کی بعثت کے بعد روئے زمین پر برپا ہونے والا تھا۔ قرآن پاک میں آپؐ کا ذکر خیر جہاں بھی ہوا ہے، اسی بعثت کے حوالے سے ہوا ہے۔ چنانچہ یوں ارشاد ہوتا ہے: الف: ﴿**محمد رسول الله**﴾ ب۔ ﴿**قد جاء کم رسول من أنفسکم**﴾ ج۔ ﴿**و ما محمد الا رسول**﴾ د۔ ﴿**لقد من الله علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولاً من أنفسهم**﴾۔

دعائے خلیل جس کا آپ ﷺ جواب تھے وہ بھی آپؐ کے رسول ہونے کے حوالے سے تھی: ﴿**ربنا وابعث فیهم رسولاً**﴾ ان حوالہ جات کی روشنی میں ہم بجا طور پر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہمیت آپ ﷺ کی رسالت و نبوت کو دی ہے کیونکہ اسی حوالے سے آپؐ کو دنیا میں بندوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے اور اسلامی انقلاب لانے کا تاریخی مشن سونپا گیا تھا۔ اسی حیثیت میں آپ کی ذات اور اسوۂ حسنہ کو امت کیلئے ماڈل بنا کر پیش کیا گیا تھا۔ ﴿**لقد کان لکم فی رسول الله أسوة حسنة**﴾ رسالت و نبوت ہی آپؐ کے سارے کمالات اور مقاصدِ عظیمہ کا سبب تھی اور اسی حیثیت میں آپ نے پہلے مکہ مکرمہ میں اور پھر مدینہ منورہ میں ان شدائد و نوائب کا سامنا کیا جن کے تذکرہ سے آج بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اسی حیثیت میں اپنی

23 سالہ زندگی کے دوران جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے پورے جزیرہ نمائے عرب پر فتح و کامرانی کے پرچم لہرائے اور ہرقل کی سلطنت کی سرحد پر جاکر اسے دم دبا کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اپنی اسی پیغمبرانہ حیثیت میں آپؐ نے دارِارقم اور صفہ کی وہ یونیورسٹیز قائم کی تھیں جہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے اصحاب نبیؐ نے دنیا میں کشور کشائی، جہانگیری اور جہاں بانی کے جھنڈے گاڑے تھے۔

اسی حیثیت میں آپؐ نے وہ کارنامہ سرانجام دیا جسؐ پر قرآن نے یوں کہا: ﴿**جاء الحق و زهق الباطل**﴾ اسی حیثیت میں آپؐ نے حق و باطل کا معرکہ سر کیا جس کے نتیجے میں قرآن میں '' ﴿**ان الباطل كان زهوقا**﴾ کا اعلان ہوا۔ اسی شکستِ باطل کا حال یوں بیان ہوا'' ﴿**ورأيت الناس يدخلون في دين الله أفواجاً**﴾'' اسی حیثیت کا ذکر قرآن نے یوں کیا ﴿**هو الذی أرسل رسوله بالهدٰی و دين الحق ليظهره علی الدين كله**﴾ قرآن اعتراف کرتا ہے کہ آپؐ نے دنیا میں دین اسلام کو دنیا کے تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کر کے چھوڑا اور اپنے مقاصدِ بعثت کو پورا کر کے دکھا دیا۔ ﴿**داعياً الی الله باذنهٖ و سراجاً منيراً**﴾ میں آپؐ کی اسی حیثیت کو بیان کیا گیا ہے اور آپؐ کی ذات کو روشن چراغ فرمایا گیا ہے۔ آپ کی کتاب یعنی قرآن پاک اور اس کی روشن آیات کو اس ساری کاروائی اور کامیابی اور ہدایت انسانی کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ ﴿**قد جاء كم من الله نورٌ و كتابٌ مبين يهدی به**﴾ یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے تاکہ کوئی ابہام باقی نہ رہے اور کسی کو نور اور کتاب کو دو مختلف چیزیں کہنے کا موقع نہ ملے۔ اگر یہ دو مختلف چیزیں ہوتیں تو یھدی کے بعد بہٖ کی ضمیر واحد نہ آتی بلکہ تثنیہ بھما آتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ ولادتِ محمدیؐ کا ذکرِ خیر رسالت محمدیؐ کا لازمی حصہ ہے مگر اسے میلاد النبیؐ کے مروجہ طریقہ پر منانا کسی بھی طریقے سے ثابت و ماثور نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اپنے میلاد کا جشن کیوں نہ برپا کیا؟ پھر آپ ﷺ کو اپنی ہر عزیز شے سے بڑھ کر عزیز جاننے والے صحابہ کرامؓ اور بالخصوص آپؐ کے خلفائے راشدینؓ نے یہ عیدِ میلاد کیوں نہ مقرر کی؟ ان سب باتوں کا ایک ہی جواب ہے ان سب بزرگوں نے یہ اس لئے نہ منائی کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اس کے منانے کا خیال ہی نہ پیدا کیا تھا۔ آپؐ کے وضو کا پانی زمین پر گرنے سے پہلے سمیٹ لینے والے صحابہؓ سے بڑھ کر آپؐ سے محبت کا مدعی کون ہو سکتا ہے؟ آپؐ کے ناخن اور بال تبرک کے طور پر رکھ لینے والے صحابہؓ سے بڑھ کر آپؐ کی ولادت باسعادت کی خوشی کس کو ہو سکتی تھی اور ان صحابہ کرامؓ کا جشن میلاد منعقد نہ کرنا، بدیہی اور فیصلہ کن امر ہے کہ ایسا کرنا اللہ کو مطلوب نہیں

تھا ورنہ اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی طریقے سے حضور ﷺ کے دورِ مسعود میں کسی صحابیؓ کے دل میں یہ خیال ڈال دیتا یا براہ راست حضور اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی اس کے منانے کا حکم دے دیتا۔

ہم ہمیشہ سے یہ دلائل دیتے چلے آرہے ہیں لیکن من مانی کرنے والوں پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا چونکہ وہ اپنی خودتراشیدہ وخود پرداختہ رسم کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے تو ہم بھی تواتر کے ساتھ ان کی اس غیر مشروع ایجاد کا رد کرتے رہتے ہیں۔ ۔ وہ اپنی خو نہ بدلیں گے، ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں

سعودی عرب کے بدلے ایران

امریکہ کو جب یہ یقین ہو گیا کہ سنی دنیا جس کا سربراہ سعودی عرب ہے کبھی مکمل طور پر اس کی غلامی نہیں کرے گی تو اس نے اپنی صدیوں پر محیط خارجہ پالیسی بدل دی اور مشرق وسطیٰ وخلیجی دنیا میں اپنی گریٹ وار (Great War) کی حکمتِ عملی بدل دی۔ اس نے یہ تبدیلی مسلمانوں کے مفاد میں نہیں بلکہ اسرائیلی مفاد میں کی ہے۔ پہلے قدم کے طور پر اس نے ایران کی جوہری توانائی یعنی ایٹم بم بنانے کے متعلق اپنی پالیسی میں نرمی اختیار کر کے سعودی عرب اور سنی دنیا کو پیغام دیا ہے کہ وہ ان کے مقابلے میں ایران کو ایک بار پھر اس علاقہ میں تھانیداری دے سکتا ہے جس طرح اس نے سابق شاہِ ایران رضا شاہ کو دے رکھی تھی۔

سنی شیعہ تنازعہ کا ہتھیار مخالفینِ اسلام نے ہمیشہ مسلمانوں کو باہم لڑانے کیلئے استعمال کیا ہے اور امریکہ، بھارت اور اسرائیل پاکستان میں یہ خونیں ڈرامہ مدتوں سے رچاتے ہیں اور شیعہ سنی خونِ مسلم کی حرمت سے بے نیاز ہو کر برادر کشی کر رہے ہیں۔ امریکہ اب یہی حربہ عالمِ عرب میں اور خلیجی ریاستوں میں استعمال کر کے عالمِ اسلام کو مزید کمزور کرنا چاہتا ہے اب یہ سنی شیعہ قیادتوں پر منحصر ہے کہ وہ اس دامِ ہمرنگ زمین سے کس طرح بچتی ہیں اور اپنے مشترکہ دشمن اسرائیل سے کیسے نپٹتی ہیں۔ امریکہ یہ ساری گیم اسرائیل کو محفوظ اور مضبوط کرنے کیلئے کر رہا ہے۔ امریکہ مسلمانوں کی اس مناقشت سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کی اجتماعی طاقت کو تقسیم ہی نہیں بلکہ باہم لڑا کر کمزور کرنے کی راہ پر چل رہا ہے کہ وہ باہم برادر کشی میں مصروف رہیں اور اسرائیل چین سے پھلتا پھولتا رہے۔

برصغیر میں وہ بھارت کو کشمیر میں مضبوط کرنے کیلئے طالبان اور شیعہ سنی کی لڑائی پاکستان میں کرا رہا ہے جس سے ہماری فوج کو جانی نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے مگر کوئی فریق بھی یہ سمجھنے پر تیار نہیں ہے کہ وہ اپنے ہی پاؤں پر